السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

انگلینڈ کی اہل حدیث مساجد میں رمضان المبارک میں یہ معمول ہے کہ:

1۔ بعض لوگ امام کے ساتھ تراویح کی نماز ادا کرتے ہیں اور وتر چھوڑ دیتے ہیں۔

2۔ اور بعض لوگ امام کے ساتھ وتر ادا کر کے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت علیحدہ سے ادا کرتے ہیں۔

3۔ اور بعض لوگ امام کے ساتھ صرف فرض ادا کرتے ہیں اور یہ لوگ رات کے آخری حصے میں چار رکعت یا آٹھ رکعت امام کے ساتھ ادا کر کے آخر میں وتر پڑھتے ہیں اور یہ نماز باقی نمازوں کی نسبت قدرے لمبی ہوتی ہے اور اس نماز کو یہ لوگ قیام کا نام دیتے ہیں۔

آیا یہ قیام کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا؟

کیا یہ جائز، ناجائز بات ہے یا افضل، غیر افضل کا مسئلہ ہے؟

بعض لوگ اس کے جائز ہونے کے لیے سعودی علماء اور (انگلینڈ کے) مقامی علماء کے حوالے دیتے ہیں۔ براہ مہربانی اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں مع حوالہ جات تحریر فرمائیں اور اس کے علاوہ تین رکعت وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ بھی بیان فرمادیں۔ (محمد فیاض دامانوی، بریڈفورڈ، انگلینڈ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

آپ کے سوال کی تینوں شقوں کا جواب درج ذیل ہے:

1۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا"

"رات کو اپنی آخری نماز وتر بناؤ"

(صحیح بخاری، کتاب الوتر باب لیجعل آخر صلاتہ وتراح 998)

اس مفہوم کی مؤید دوسری روایات بھی ہیں اور غالباً یہ لوگ ان سے استدلال کرتے ہیں، یعنی رات کے بالکل آخری حصے میں اذان فجر سے پہلے یہ نماز وتر پڑھتے ہوں گے۔ واللہ اعلم

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے: "جس شخص کو یہ ڈر ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں سو یا رہ جائے گا تو وہ شروع میں ہی وتر پڑھ لے اور جسے یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھ جائے گا تو اسے آخری حصے میں وتر پڑھنا چاہیے اور رات کی آخری نماز میں (فرشتوں کی) حاضری ہوتی ہے اور یہ افضل ہے۔" (ح 755، ترقیم دارالسلام: 1766)

ایک ہی رات میں وتر پر وتر پڑھنے کو نقضِ وتر کا مسئلہ کہا جاتا ہے، یعنی یہ لوگ دوبارہ وتر پڑھتے ہیں اور اپنے خیال اس عمل سے پہلے وتر کو توڑ دیتے ہیں اور ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ رات کے آخری حصے میں (تیسری بار) وتر پڑھتے ہوں گے۔ واللہ اعلم

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ اگر ایک وتر پڑھ لیتے اور پھر قیام لیل کرنا چاہتے تو دوبارہ ایک وتر پڑھ کر سابقہ وتر کو جفت بنا دیتے، پھر قیام لیل فرماتے اور آخر میں (تیسری بار) وتر پڑھتے تھے۔

(مثلاً دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ 2/282 ح 6726 وسندہ صحیح السنن الکبریٰ للبیہقی 3/36 ح 4845 وسندہ حسن)

(نیز اس مسئلے پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا عمل واجتہاد بھی تھا۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ 2/284 ح 6725 وسندہ صحیح

سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقضِ وتر کے بارے میں فرمایا: میں یہ کام، اپنی رائے سے کرتا ہوں، میں اسے کسی سے روایت نہیں کرتا۔ (مسند علی بن الجعد: 437 وسندہ صحیح دوسرا نسخہ: 450)

یہی مسئلہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ (دیکھئے الاوسط لابن المنذر 5/197 ح 2671 وسندہ حسن 5/196 ح 2667 وسندہ حسن)

یہ مسئلہ امام عروہ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما سے بھی ثابت ہے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ 2/282 ح 6732، 6729)

لیکن ان آثار کے مقابلے میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لاوتران فی لیلۃ) "ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں" (سنن ابی داود: 1439 وسندہ صحیح)

اس حدیث کے راوی سیدنا طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صرف ایک دفعہ وتر پڑھنے کے قائل تھے۔ (دیکھئے سنن ابی داود: 1439 وحسنہ الترمذی: 470 وصححہ ابن خذیمہ: 1101 وابن حبان: 671)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک قول میں) فرمایا: جب تم پہلی رات میں وتر پڑھ لو تو آخری حصہ میں (دوبارہ) وتر نہ پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 2/284 وسندہ حسن)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نقضِ وتر کے قائل نہیں تھے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ 2/285 ح 6744 وسندہ صحیح)

امام سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "وَلَا یَنْقُضُ وِتْرَہُ" اور نقضِ وتر نہیں کرنا چاہیے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی 3/36 وسندہ حسن)

خلاصۃ التحقیق :۔

اس مسئلے میں راجح بات یہ ہے کہ ایک دفعہ وتر پڑھ لینے کے بعد دوبارہ وتر نہ پڑھا جائے اور اگر کوئی شخص وتر پڑھنے کے بعد بھی آخری رات میں نفل نماز پڑھنا چاہتا ہے تو صرف دو رکعتیں پڑھ لے اور بہتر یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں بھی نہ پڑھے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر کوئی شخص وتر کے بعد بھی نوافل پڑھنا چاہتا ہے تو یہ حرام نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے رات کی آخری نماز صرف وتر کو بنایا جائے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (رمضان کے) روزے رکھے، پھر آپ نے ہمیں (تراویح کی) نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ جب (رمضان کے) مہینے کی سات راتیں رہ گئیں تو آپ نے ہمیں ایک تہائی رات تک (قیام رمضان کی) نماز پڑھائی، پھر چھٹی رات کوئی قیام نہیں فرمایا اور پانچویں رات آدھی رات تک قیام فرمایا۔ پس ہم نے آپ سے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ آج کی باقی رات بھی ہمیں نماز پڑھا دیتے تو؟

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

"مَنْ قَامَ مَعَ الإِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ کُتِبَ لَہُ قِیَامُ لَیْلَۃٍ"

(جس شخص نے امام کے ساتھ قیام کیا، حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس شخص کے لیے ساری رات کا قیام (یعنی ثواب) لکھا جاتا ہے۔" (سنن ترمذی: 806 وقال: "حسن صحیح" وسندہ صحیح"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے ساتھ (مکمل) تراویح (مع وتر) پڑھنے والے کو ساری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی انفرادی نماز سے، امام کے ساتھ نماز تراویح پڑھنا افضل ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میں اسے پسند کرتا ہوں کہ امام کے ساتھ نماز (تراویح) اور وتر پڑھے جائیں۔"

پھر انھوں نے حدیث مذکور (ہی) سے استدلال کیا۔ (مسائل ابی داود ص 62 باب التراویح)

اور اسی پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عمل تھا۔ رحمۃ اللہ واسعۃ۔

ثابت ہوا کہ مذکور لوگوں کا عمل مرجوح ہے۔ واللہ اعلم۔

2۔ اسے نقض الوتر کہا جاتا ہے اور اس کا مفصل ذکر جواب کی شق نمبر 1 کے تحت گزر چکا ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ عمل مرجوح ہے اور بہتر وہی ہے جو میں نے نمبر 1 کے تحت بیان کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

3۔ یہ عمل صراحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ لوگ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو پیش نظر رکھ کر یہ اجتہاد کرتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول صحیح بخاری میں موجود ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ التراویح باب فضل من قام رمضان ح 2010ء)

سنن ترمذی وغیرہ کی مرفوع صحیح حدیث (جسے شق نمبر 1 کے تحت بیان کر دیا گیا ہے)

سے یہی ظاہر ہے کہ اول شب ہی امام کے ساتھ مکمل قیام مع وتر کرلیا جائے اور یہی افضل، بہتر وراجح ہے۔

یہ اختلاف جائز ناجائز کا اختلاف نہیں بلکہ افضل وغیر افضل کا اور راجح ومرجوح کا اختلاف ہے جس میں ہر صحیح العقیدہ فریق کو حسبِ اجتہاد ثواب ملے گا۔ ان شاء اللہ

سعودی عرب (یعنی جزیرۃ العرب) کے علماء ہوں یا مقامی وغیر مقامی علماء ہوں، سب کو چاہیے کہ سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں قرآن وحدیث اور اجماع سے استدلال کریں اور فریق مخالف کو بھی اپنی دلیل بیان کرنے اور اپنی تحقیق پر عمل کرنے کا موقع دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یَا أَیُّہَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاکُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَی أَعْجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَی عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَی أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَی أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَی"

(اے (ساری دنیا کے) لوگو! سن لو کہ یقیناً تمہارا رب ایک ہے اور یقیناً تمہارا باپ ایک ہے۔ (یعنی سیدنا آدم علیہ السلام"

سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت ہے۔ کسی سرخ کو کسی کالے پر فضیلت نہیں اور نہ کسی کالے کو کسی سرخ پر فضیلت ہے، سوائے تقویٰ کے ذریعے سے۔" (مسند احمد 5/411ح23489 وسندہ صحیح)

فضیلت تو ایمان، اعمال صالحہ، علم اور تقویٰ میں ہے۔

تین رکعت وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ

اب تین رکعت وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ پیش خدمت ہے:

1۔ دو رکعت پڑھ کر (تشہد، درود اور دعا کے بعد) دونوں طرف سلام پھیر دیا جائے اور بعد میں دوسری تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کے ساتھ ایک رکعت وتر پڑھا جائے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وتر کی) جفت (دو) اور وتر (ایک) رکعت کو سلام کے ساتھ جدا (علیحدہ) کرتے تھے اور یہ سلام ہمیں سناتے تھے۔ (صحیح ابن حبان الاحسان 4/70ح2426 وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اسی طرح وتر پڑھتے تھے۔ (دیکھئے صحیح البخاری: 601)

صحیح مسلم کی حدیث: "یسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدۃ" آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔ (1/254ح736) کے عموم سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا جائے اور آخر میں ایک وتر پڑھا جائے۔

تین وتر کا یہ طریقہ سب سے افضل اور راجح ہے۔

2۔ اگر دوسری رکعت پر سلام نہ پھیرا جائے اور تین وتر اکٹھے پڑھے جائیں تو یہ عمل بھی جائز ہے، بشرطیکہ دوسری رکعت میں مغرب کی طرح تشہد کے لیے نہ بیٹھا جائے۔

ایک سلام سے تین وتر کے جواز کی دلیل وہ روایت ہے، جس میں آیا ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خلیفہ راشد) نے ایک سلام سے تین وتر پڑھا ہے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی 1/293 وسندہ حسن وصححہ النیموی فی آثار السنن: 618 نیز دیکھئے میری کتاب ہدیۃ المسلمین ص65ح27)

مشہور ثقہ تابعی عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ تین وتر پڑھتے تو ان میں بیٹھتے نہیں تھے اور صرف آخری رکعت میں تشہد پڑھتے تھے۔

(المستدرک للحاکم 1/305 وسندہ حسن واخطا النیموی فضعفہ المستدرک المخطوط ج1ص145ب)

المستدرک علی الصحیحین کے مولف ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یقعد إلا فی آخرہن، وہذا وتر امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وعنہ أخذہ أہل المدینۃ"

عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے، آپ ان میں صرف آخری رکعت میں بیٹھتے تھے اور یہی وتر امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور انھی سے اہل مدینہ نے لیا ہے۔ (المستدرک المخطوط 1ص145ب)"

یہی روایت اسی سند ومتن کے ساتھ "الا فی آخرھن" تک ابو عبداللہ الحافظ الحاکم النیسابوری کے شاگرد حافظ ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کر رکھی ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ ج3ص28 ح4803) باب من اوتر بخمس اوثلاث لا یجلس ولا یسلم الا فی الآخرۃ منھن

اب اس روایت کے راویوں کا مختصر وجامع تعارف پیش خدمت ہے:

1۔ ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ

"ان کے بارے میں حافظ ابو یعلی خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 446ھ) نے فرمایا : "ثقۃ متفق علیہ

اور فرمایا : ہمیں حاکم ابو عبداللہ نے ان سے حدیث بیان کی اور انھوں نے ان کی تعریف بیان کی ۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث 3/974 ت 903)

حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے ان کی بیان کردہ حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح کہا ۔ (المستدرک والتلخیص 1/442 ح 1614)

2۔ ابو علی صالح بن محمد بن (عمرو بن) حبیب الحافظ البغدادی البخاری : جزرہ رحمۃ اللہ علیہ

" امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "کان ثقۃ صدوقاً وقال : کان حافظاً عارفاً

(المؤتلف والمختلف 2/750)

(نیز دیکھئے تاریخ بغداد (9/324) تاریخ دمشق لابن عساکر اور سیر اعلام النبلاء (14/23)

3۔ ابو محمد شیبان بن فروخ ابی شیبہ الحبطی الابلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک حدیث میں ثقہ وصدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں ۔

(حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام کے ساتھ "صح" کی علامت لکھ کر فرمایا : "احد الثقات" (میزان الاعتدال 2/285 ت 3759

جس راوی کے ساتھ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "صح" کی علامت لکھیں تو ان کے نزدیک اس راوی پر جرح مردود ہوتی ہے اور راوی کی توثیق پر عمل ہوتا ہے ۔

(دیکھئے لسان المیزان 2/159 دوسرا نسخہ 3/289 تحقیقی مقالات 3/182۔183)

4۔ ابو یزید ابان بن یزید العطار البصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں ۔

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "ثقۃ لہ افراد" (تقریب التہذیب : 143

(حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "حافظ صدوق امام ۔ ۔ ۔ بل ھو ثقۃ حجۃ" (میزان الاعتدال 1/16 ت 20

ان کے ساتھ بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "صح" کی علامت لکھ رکھی ہے ۔

5۔ قتادہ بن دعامہ البصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بنیادی راوی اور ثقہ مدلس تھے ۔

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "ثقۃ ثبت" (تقریب التہذیب : 5518

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ "صح" کی علامت لکھی اور فرمایا :

"حافظ ثقۃ ثبت، لکنہ مدلس : ورمی بالقدر ....."

(میزان الاعتدال 3/385 ت 6864)

روایت مذکور میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے سماع کی تصریح نہیں ملی، لیکن حنفی اُصول پر یہ روایت صحیح ہے ۔

(ملاجیون (حنفی) نے لکھا ہے : "حتی لا یقبل الطعن بالتدلیس "حتی کہ تدلیس کا طعن قابل قبول نہیں ۔ (نور الانوار ص 192 درسی نسخہ مکتبۃ البشریٰ والا نسخہ 1/548

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے :

اور قرون ثلاثہ میں ہمارے نزدیک تدلیس اور ارسال مضر نہیں۔

(اعلاء السنن 1/313 دوسرا نسخہ 1/436 ح 431 الکواکب الدریہ ص 47)

ظفر احمد تھانوی نے مزید لکھا ہے: میں نے کہا: اور اگر مدلس قرون ثلاثہ کے ثقہ لوگوں میں سے ہو تو اس کی تدلیس بھی اسی طرح مقبول ہوتی ہے جس طرح اس کی مرسل روایت مقبول ہوتی ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص 159)

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

(حالانکہ اسے معلوم ہے کہ احناف کے ہاں تو خیر القرون کی جہالت وتدلیس جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہو گئی۔۔۔" (تجلیات صفدر ج 3/324"

احمد یار نعیمی بدایونی بریلوی نے لکھا ہے: "ایک چیز کو بعض عیب سمجھتے ہیں۔ بعض نہیں۔ دیکھو تدلیس۔ ارسال۔ گھوڑے دوڑانا۔ مذاق۔ نو عمری۔ فقہ میں مشغولیت کو بعض لوگوں نے راوی کا عیب جانا ہے۔ مگر حنفیوں (کے نزدیک ان میں سے کچھ بھی عیب نہیں۔ (نور الانوار بحث طعن علی الحدیث)" (جاء الحق حصہ دوم ص 7 قاعدہ نمبر 7

ثابت ہوا کہ حنفیہ و دیوبندیہ اور بریلویہ کے اصول سے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت صحیح ہے۔

اہل حدیث کے نزدیک اس روایت کے معنوی اور آثار سلف صالحین سے شواہد موجود ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

6۔ قاضی ابو حاجب زرارہ بن اوفیٰ العامری البصری رحمۃ اللہ علیہ

(آپ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی تھے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ثقہ عابد" (تقریب التہذیب: 2009

7۔ سعد بن ہشام بن عامر الانصاری المدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی تھے اور مکران کے علاقے میں شہید ہوئے۔

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ثقہ" (تقریب التہذیب: 2258

8۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ نے دیکھ لیا کہ مستدرک والی روایت کے سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں اور صرف تدلیس کا اعتراض ہے، چنانچہ اہل حدیث کے نزدیک یہ سند ضعیف ہے لیکن حنفیوں، دیوبندیوں اور بریلویوں تینوں کے نزدیک یہ حدیث اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

مستدرک کی اس روایت کا ایک شاہد درج ذیل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا توتروا بثلاث وأوتروا بخمس أو سبع، ولا تشبہوا الوتر بصلاۃ المغرب"

(تین وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات پڑھو اور مغرب کی نماز سے مشابہت نہ کرو۔" (صحیح ابن حبان، الاحسان 4/17 ح 2420 وسندہ صحیح وصححہ الحاکم فی المستدرک 1/304 ح 1137-1138 ووافقہ الذہبی"

"اس روایت کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھئے میری کتاب: "تحقیقی مقالات

(ج 4 ص 134-136) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے:

(اس اور نماز مغرب کے ساتھ تشبیہ سے سابقہ ممانعت کے درمیان جمع وتوفیق یہ ہے کہ تین سے ممانعت کو دو تشہدوں (والی تین رکعتوں) پر محمول کیا جائے۔ (فتح الباری 3/481

(نیز دیکھئے حنابلہ کی کتاب: الشرح الممتع علی زاد المستقنع 2/12)

اس کا دوسرا شاہد اسی مضمون کے شروع میں بحوالہ المستدرک امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے گزر چکا ہے۔

دیوبندیہ و بریلویہ جس طریقے سے تین وتر پڑھتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت ہمارے علم کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے باسند صحیح وحسن لذاتہ موجود نہیں۔

آخر میں بطور تنبیہ عرض ہے کہ صرف ایک وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داود : 1422 سنن نسائی : 1712، اور ہدیۃ المسلمین ص 62 ح 26) (14 فروری 2012ء)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاوی علمیہ

جلد 3۔ نماز سے متعلق مسائل- صفحہ 103

محدث فتویٰ